Al-Qawārīr - Vol: 02, Issue: 04,
July – Sep 2021

OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
pISSN: 2709-4561
eISSN: 2709-457X
journal.al-qawarir.com

عصری عائلی مسائل میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کی فکر سے استفادہ

Modern family issues and utilisation of Maulana Ashraf Ali Thanvi's Thought

Dr. Nabeela Falak*
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of the Lahore,
Sargodha Campus, Sargodha.

Version of Record
Received: 27-April-21 **Accepted**: 24-Aug-21
Online/Print: 03-Sep-2021

ABSTRACT

This research paper aims to describing the solution of the family problems of present age in the light of thinking of famous scholar of Islam Moulana Ashraf Ali Thanvi. As family is an important part of the Islamic Social order. The society that Islam wants to establish is an ideological society, with a high level of moral awareness, strong commitment to ideal of Khilafah and purposive orientation of all human behavior . problems and differences are the part of family life. But the problem is that the family problems of present time have increased. In every age Muslim scholars presented the solution of family problems in the light of Quran and Sunnah, Moulana Ashraf Ali Thanvi was the great thinker of present times, he has wrote many books on family system and its problems . He has given many ways and solution of the problems of present age. This paper is going to explore the thinking of Moulana Ashraf Ali Thanvi about some important problems.

Key words: *contemporary, Family, Problems, solution, thinking, Ashraf Ali Thanvi.*

موضوع کا تعارف

اسلام کی تمام معاشرتی سرگرمیوں کا مرکز خاندان ہے۔ درحقیقت اسلام کی سیاسی و معاشی تعلیمات کی حفاظت و تقویت کے لئے گویا وجود میں آتا ہے کسی معاشرے میں تہذیبی تعمیر و ترقی میں مثبت و منفی کردار کا منبع و سرچشمہ ہے۔ اسلام عائلی زندگی کی تشکیل کی ترغیب دلاتا ہے۔ ازدواج کی خوبصورتی کے باوجود اس میں اختلاف کا امکان غیر فطری بات نہیں۔ عائلی زندگی کے ہی اختلاف اکثر معمولی ہوتے ہیں لیکن نامناسب رویے کی وجہ سے بعض اوقات بڑھ جاتے ہیں اور فریقین کے درمیان دائمی جدائی کا باعث بن جاتے ہیں۔ اختلافات و مسائل انسانی معاشروں میں موجود رہتے ہیں، ان معمولی اختلافات کی مثالیں عہدِ نبوی ﷺ میں بھی موجود تھیں۔ لمحہ

CC BY

فکر یہ ہے کہ عصرِ حاضر میں ان عائلی مسائل کی تعداد میں خوفناک حد تک اضافہ ہو چکا ہے مشرق ہو یا مغرب عائلی زندگی گھمبیر مسائل سے دوچار ہے۔ مغرب میں خاندانی ادارہ بری طرح تباہ ہو چکا ہے۔ مسلم معاشرے بالخصوص پاکستانی معاشرہ ان مسائل سے بری طرح متاثر ہو رہا ہے۔ تاریخِ اسلام کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ جب اہلِ ایمان نے اس اساسی ادارے کو ہدایتِ الہیٰ کے مطابق گزارنے کی کوشش کی تو اسلامی تہذیب و تمدن کو غلبہ حاصل ہوا۔ جیسے ہی ہم اپنی مرکز سے دور ہوئے گھر، معاشرہ اور ملک فساد اور خرابی کی دلدل میں جا پھنسا۔ عصرِ حاضر میں تقریباً ایک صدی سے دشمنانِ اسلام کا خصوصی ہدف مسلم دنیا کا مستحکم خاندانی نظام ہے۔ مغربی دنیا عورت کی مساوات، آزادی، دوستی، اور خیر خواہی کی آڑ میں عورت کو اس کے قیمتی اثاثے یعنی خاندانی زندگی سے محروم کرنے کے لئے ہر لمحہ مصروفِ عمل ہے۔ ان مسائل کا حل ہونا از حد ضروری ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن وسنت میں موجود ہے لیکن قرآن حکیم اور احدیثِ مبارکہ کو سمجھ کر مسائل کا استنباط کرنا عام انسان کے لئے مشکل کام ہے اس لئے علماء کرام نے یہ کام اپنے ذمہ لیا ہے اور مختلف آیات واحادیث سے تحقیق واجتہاد کے ذریعے ہر مسئلہ کا حل بیان کر دیا ہے۔ یہ سلسلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے شروع ہو کر تابعین اور ائمہ مجتہدین تک پہنچا، اور ان کے بعد کے ہر دور کے علماء کرام نے امت کی رہنمائی کی۔

موضوع کی اہمیت

عائلی مسائل ایک ایسا موضوع ہے جو ہر دور مین انسان کے لئے اہم رہا ہے۔ ان مسائل کی وجوہات اور حل وقت کے تقاضوں کے مطابق ہوتا ہے۔ عصرِ حاضر میں جہاں علوم وفنون میں ترقی ہوئی ہے وہان جدید و پیچیدہ مسائل بھی نئے نئے انداز میں سامنے آرہے ہیں۔ پاکستان میں طلاق کی شرح میں اضافہ، نفقہ، اور مشترکہ خاندانی نظام کے مسائل بڑھتے جارہے ہیں۔ ہر دور کے اصحابِ فکر و نظر نے اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے اور عائلی زندگی کے اسباب و علل کا کھوج لگا کر اصلاح کا نسخہ پیش کیا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنی دور کے عظیم عالمِ دین، مفسر، فقیہ، محقق و مفکر رہے ہیں۔ مولانا تھانویؒ نے اپنے دور میں پیش آنے والے معاشرتی مسائل کے ساتھ ساتھ پیچیدہ عائلی مسائل کو شدت سے محسوس کرتے ہوئے نہ صرف ان مسائل کے اسباب و محرکات کا کھوج لگایا بلکہ ان مسائل کا حل قرآن وحدیث کی نصوص کی روشنی میں اس انداز سے پیش کیا کی نصوص سے انحراف بھی نہ ہونے پائے اور مسائل کا حل بھی مل جائے۔ فقہ اسلامی کا صحیح ادراک و فہم رکھنے والوں میں ایک بڑا نام مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ہے مولانا اشرف علی تھانویؒ عصر حاضر کے علماء و فقہاء میں شمار ہوتے ہیں، عائلی مسائل پر مولانا کی بے شمار کتب ہیں حیلہ الناجزہ، تحفۃ الزوجین اصلاحِ احوال وغیرہ۔ عصری عائلی مسائل کے حوالے سے ہمیں مولانا اشرف علی تھانویؒ کی فکر سے استفادے کی ضرورت ہے، ان کی فکر واسلوب کی ورشنی میں عصری عائلی مسائل کا سراغ لگایا جائے اور ان کا حل اسلامی تعلیمات اور عصری تقاضوں کے مطابق پیش کیا جائے۔ تاکہ مسلم امہ کے عائلی وخاندانی ادارے کی اصلاح وبقا ممکن ہو سکے۔

منہجِ تحقیق

مقالہ ہذامیں عصری مسائل کا کھوج لگا کر اسلامی تعلمات کی روشنی میں مولانا اشرف علی تھانوی کی فکر سے خصوصاً اور دیگر علماء کی فکر سے عمومی استفادے کی کوشش کی جائے گی عائلی مسائل کا موضوع وسعت اور تنوع کا حامل ہے اس لئے تحقیق کا دائرہ کار چیدہ مسائل خصوصاً پاکستان کے عائلی مسائل تک محدود رکھا جائے گا۔

عائلی زندگی کی اہمیت:

عربی زبان میں عائلہ کا لفظ بیوی کے لئے اور گھر کے افراد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ عائل سے مراد عیال داری یعنی بیوی اور بچوں والا ہونا، چنانچہ عائلی زندگی سے مراد گھر کے ان تمام افراد کی زندگی ہے جو ماں باپ اور بچوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ انسانی اداروں میں قدیم اور اہم ترین ادارہ عائلی زندگی ہے، جو ہر علاقے اور ہر معاشرے میں موجود رہی ہے۔ عائلی زندگی سے وہ ادارہ تشکیل پاتا ہے جہاں افراد تیار ہوتے ہیں۔اور قوموں کی تعمیر سب سے اہم کام ہے اور گھر ہی وہ مرکز ہے جہاں افرادی قوت تیار ہوتی ہے۔ پرسکون گھریلو ماحول میں ہی بچے پل کر اس قابل ہوتے ہیں کہ وہ دنیا کے حالات کا صحیح ادراک کر سکیں۔ خاندان ہی بچوں میں وہ صلاحیتیں پیدا کرتا ہے جس سے ان میں خوداعتمادی پیدا ہوتی ہے جس کے بل بوتے پر وہ اپنے کردار کی تعمیر اخلاقی بنیادوں پر کر سکتے ہیں۔

عصری عائلی مسائل:

عصر کا لفظ وقت اور زمانہ کے معنی میں مستعمل ہے۔ عصری یا معاصر سے مراد کسی خاص شخص یا عہد کے واقعات وحالات مراد لئے جاتے ہیں۔ لہٰذا عصری مسائل سے مراد وہ مسائل ہیں جو دور حاضر میں درپیش ہیں۔ مسلم معاشروں بالخصوص پاکستان کے عصری عائلی مسائل تین طرح کے ہیں، اول وہ مسائل جن کا تعلق عائلی زندگی کی تشکیل سے ہے، مثلاً نکاح، جہیز، اور مہر وغیرہ، دوم وہ مسائل جن کا تعلق عائلی ادارہ کی تنظیم سے ہے، مثلاً نفقہ وسکنہ، سسرال کی خدمت کے مسائل، بیوی کی حیثیت اور مرد کی قوامیت کی حدود وغیرہ اور تیسرے وہ مسائل جو زوجین کی علیحدگی سے پیدا ہوتے ہیں، مثلاً طلاق اور خلع، بچوں کی حصانت کے مسائل وغیرہ۔ صرف مغرب ہی مادر پدر آزادی اور عائلی نظام کی تباہی سے دوچار نہیں ہوا بلکہ مشرق بھی اس کے اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکا۔ مغرب نے اپنے نظریات سے امتِ مسلمہ کی سماجی ومعاشرتی زندگی کو متاثر کیا۔ مسلم معاشرے بھی عائلی نظام کی خستگی سے دوچار ہو رہے ہیں۔ مودت ومحبت کی کمی، جھگڑوں کی کثرت اور طلاق کا بڑھتا ہوا تناسب اسی بات کی نشاندہی کرتا ہے۔

حسنِ سلوک کا فقدان:

عائلی نظام کی تخریب کی وہ لہر جو سارے عالمِ اسلام میں پھیلتی جارہی ہے، ارضِ پاکستان کی حدود بھی اس سے محفوظ نہیں۔ ہمارے معاشرے میں چادر اور چار دیواری کے اندر کی زندگی مسائل کا شکار ہو چکی ہے اور اس میں عورت مجموعی طور پر بہت مظلوم ہے، معاشرے میں عورت کو باعزت مقام نہیں دیا گیا، ہر حیثیت ماں بہن، بیوی بیٹی کی صورت میں حسنِ سلوک کی کمی ہے۔ شوہر اپنی بیویوں سے حسنِ سلوک سے پیش نہیں آتے۔ زوجین کے حسنِ سلوک ہی سے اس رشتے میں مؤدت ورحمت پیدا ہوتی ہے۔ عورت کی

فطرت میں اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے زیادہ اپنے شوہر کی محبت کے جذبات زیادہ رکھے ہیں، اسی لئے اگر خاوند کی طرف سے اسکی دلجوئی ہوتی رہے تو ہر طرح کے حالات میں خوشی سے گزارہ کر لیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

استوصو بالنسآء خیرافانما ھن عوان عندکم(1)

یہاں تک کہ اگر بیوی ناپسند ہو تو بھی حسنِ معاشرت کا حکم دیا۔ آج کل حسنِ سلوک کا فقدان ہے جسکی وجہ سے میاں بیوی میں دوریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

مولانا نعیم صدیقی موجودہ عائلی نظام کی انہی خرابیوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "ہمارے ہاں شوہروں کی وہ اکثریت جو قدیم یا جدید جاہلیت پر مبنی عائلی نظام کو لے کر چل رہی ہے، بالعموم عام انسانی شائستگی سے بھی عاری ہے۔ ایسے شوہر اسلام کے تمام احکام کو روند کر، اسلام کے احکامات میں سے اپنے لئے یہ حکم نکال لیتے ہیں کہ بیوی کو ان کا ہر حکم ہر قسم کے حالات میں ماننا چاہیے اور ذرا سی چوں چراں نہیں کرنی چاہیے۔ معاشرہ اس عورت کے گن گاتا ہے جو ظلم کی چکی میں بے چوں چراں پس جائے اور پستے پستے عمر گزار دے۔ ان حالات کا ردعمل ہے کہ آہستہ آہستہ وہ ماڈرن عورت ابھر رہی ہے اور سینہ تانے آگے بڑھ رہی ہے جو نہ دین کو مانتی ہے اور نہ معاشرہ کے آگے جھکتی ہے اور نہ ہی شوہر کی اطاعت کا اصول تسلیم کرتی ہے۔ اس جاہلیتِ جدیدہ کو پیدہ کرنے والی ماں وہ جاہلیتِ قدیمہ ہے جس نے گھروں پر اپنا تاریک سایہ پھیلا کر ان کو دوزخ بنا دیا ہے۔"(2)

ہمارا موجودہ عائلی نظام ہر پہلو سے اصلاح طلب ہے، ازدواجی زندگی کے اس فساد سے مرد اور عورت دونوں ہی متاثر ہیں نہ شوہر کے لئے اس میں امن ہے نہ بیوی کے لئے سلامتی ہے۔ حسن، سلوک میں کئی چیزیں شامل ہیں مثلاً اچھا سلوک، غلطیوں سے صرفِ نظر، لباس اور رہائش میں حد درجہ کشادگی اختیار کرنا، طعن و تشنیع سے گریز کرنا، بلا جواز شک و شبہ سے گریز کرنا، مناسب و جائز حد تک ہنسی مذاق کرنا، وسعت سے بڑھ کر بوجھ ڈالنے سے گریز کرنا وغیرہ شامل ہے۔ عصر حاضر میں اس حسنِ معاشرت کا فقدان ہے، معمولی سی بات پر معاملہ بگڑ جاتا ہے اور نوبت تشدد اور علیحدگی تک پہنچ جاتی ہے۔

عائلی زندگی پر سکون ہو مرد اور عورت کر تعلقات مؤدت و رحمت پر مبنی ہوں تو نئی نسل اعلی اخلاق سے مزین ہو سکتی ہے۔ ورنہ ایک گھر کی بے سکونی مستقبل میں کئی بے سکون گھروں کو جنم دے گی۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں:

> "آج کل حالت یہ ہے کہ مرد تو اپنے حقوق بیوی کے ذمہ سمجھتے ہیں اور بیوی کے حقوق اپنے ذمے نہیں سمجھتے اور اس مین راز یہ ہے کہ عرفاً حکومت تو زندگی ہے اور محکومیت موت ہے۔ اس لئے حاکم زندہ ہے اور اپنے حقوق کو بھی زندہ سمجھتا ہے اور وصول کر لیتا ہے۔ اور محکوم چونکہ مردہ ہے اس لئے اس کے حقوق بھی مردہ سمجھے جاتے ہیں۔ خاوند نے سمجھ لیا کہ ہمارے حقوق زندہ ہیں کیونکہ سمجھ لیا کہ ہم عورتوں کو کھانا کپڑا دیتے ہیں بس اس سے سارا حق ادا ہو گیا اور اس کے بعد جو حقوق ہیں عورتوں ہی کے ذمہ ہیں، ہمارے ذمہ کچھ نہیں ہے۔ مگر میں کہتا ہوں تمہارے کھانے کپڑے کے عوض تمہاری بیویاں اس قدر خدمت کرتیں ہیں کی اتنی تنخواہ میں کوئی نوکر یا ماما ہر گز نہیں کر سکتی۔ جس کو شک ہو

وہ تجربہ کر کے دیکھ لے بغیر بیوی کے گھر کا انتظام ہو ہی نہیں سکتا چاہے تم لاکھ خادم رکھو۔ میں کہتا ہوں کہ اگر بیوی کچھ بھی گھر کا کام نہ کرے صرف انتظام اور دیکھ بھال ہی کرے تو یہی اتنا بڑا کام ہے جس کی دنیا میں بڑی بڑی تنخواہیں ہوتی ہیں اور انتظام کرنے والے کی بڑی عزت اور قدر کی جاتی ہے۔"(3)

مردوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنے منصب قوامیت کو عورت کے استحصال کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ قوام کی حیثیت سے وہ یہ معنی نکال لیتے ہیں کہ ان کو حاکمِ مطلق کے اختیارات حاصل ہیں، وہ عورت کو رفیقہ کی بجائے اپنی لونڈی و باندی سمجھنے لگتے ہیں۔ زبان اور ہاتھ کے ناروا استعمال کو اپنا حق گردانتے ہیں۔

انہی حالات کو مولانا اشرف علی تھانویؒ بھی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عورت ایسی بھی محکوم نہیں ہے کہ جیسی لونڈی یا نوکر اور نوکرانی محکوم ہو بلکہ اس کا مرد کے ساتھ دوستی کا بھی تعلق ہے۔ اور اس تعلق کا خاصہ ہے کہ اس میں ایک قسم کا ناز بھی ہوتا ہے۔ اس تعلق کے ساتھ مرد کا عورت پر وہ رعب نہیں ہو سکتا جو نوکروں پر ہوا کرتا ہے۔ مرد یہ چاہتے ہیں کہ بیوی پر اس طرح کا رعب جمائیں جس طرح نوکر پر جمایا کرتے ہیں، یہ نہایت سنگدلی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے اس تعلق کی حقیقت کو نہیں سمجھا۔"(4)

حضور ﷺ نے کبھی بھی اپنی ازواج پر رعب نہیں ڈالا بلکہ ان کے ساتھ آپ ﷺ کا ایسا برتاؤ تھا جس میں حکومت اور دوستی کے دونوں پہلو ملحوظ رہتے تھے۔ حکومت کے تعلق کا تو یہ اثر تھا کہ ازواج مطہرات حضور ﷺ کے احکام کی مخالفت کبھی نہ کرتی تھی، آپ کی تعظیم وادب اس درجہ کرتی تھیں کہ دنیا میں کسی کی عظمت بھی ان کے دل میں حضور ﷺ کے برابر نہ تھی۔ اور دوستی کا یہ عالم تھا کہ ناز میں آکر برابر کے دوستوں کا برتاؤ کرتی تھیں۔ بعض دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ پر ناز کرتیں مگر کبھی آپ کو ناگوار نہ ہوتا تھا۔

نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات آپ ﷺ کا جواب دے دیا کرتیں تھیں اور بعض تو آپ ﷺ سے کچھ وقت ناراض بھی رہتی تھیں۔(5)

ایک بار نبی اکرم ﷺ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہو گئی۔ یہاں تک کہ حضرت ابو بکر کو ثالث بنالیا گیا۔ آپؐ نے حضرت عائشہ سے فرمایا: "عائشہ پہلے تم بیان دو گی یا میں اپنی بات کا آغاز کروں؟ تو حضرت عائشہ نے فرمایا" پہلے آپؐ ہی بات کریں لیکن سچ سچ کہنا، تو حضرت ابو بکر کو غصہ آ گیا تو انہوں نے حضرت عائشہ کو ایک تھپڑ رسید کر دیا اور فرمایا اے اپنی جان کی دشمن! کیا نبی ﷺ جھوٹ بول سکتے ہیں؟" سیدہ عائشہ نبی اکرم ﷺ کی پناہ لیتے ہوئے آپؐ کی پیٹھ پیچھے چھپ گئیں تو آپؐ نے فرمایا"ابو بکر ہم نے آپ کو فیصلہ کرنے کے لئے بلایا تھا نہ کہ مار پیٹ کے لئے"(6)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ سیدہ عائشہ ایک بار ناراض ہو گئی تو فرمانے لگیں" انت الذی تزعم انک نبی"؟ تو آپؐ اس بات کو سن کر تحمل شفقت اور مہربانی سے کام لیتے ہوئے مسکرانے لگے۔(7)

آپؐ کا طریقہ کار کتنا بہترین ہے، اس پر عمل کر کے گھر کو جنت کا نمونہ بنایا جاسکتا ہے۔ لہٰذا جب میاں بیوی میں سے ایک غصے میں ہو تو دوسرے کو حوصلہ اختیار کرنا چاہیے ورنہ عداوت پختہ اور جھگڑا سخت نوعیت کا ہو جاتا ہے اور بسا اوقات ایسی صورتحال خاندان کا شیراز بکھیر دیتی ہے۔

اللہ کے نبیؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ " عورتوں سے خیر خواہی کیا کرو کیونکہ عورت کی پیدائش سب سے زیادہ ٹیڑھی پسلی سے ہوئی ہے اور تو عورت کو سیدھا کرنا چاہو گے تو اس کو توڑ دو گے اگر اس کو چھوڑ دے گا تو وہ ٹیڑھی رہے گی اس لئے عورتوں سے خیر خواہی کیا کرو۔"(8)

حضرت شاہ ولی اللہؒ اس حدیث سے متعلق لکھتے ہیں کہ جسے جو انسان بیوی سے گھریلو مقاصد کی ادائیگی کا خواہاں ہے تو ضروری ہے کہ وہ اس کی معمولی غلطیوں سے در گزر کرے اور جس کام کو اپنی چاہت کے خلاف پائے تو اس میں برداشت سے کام لے، ہاں اگر کوئی بات غیرت سے تعلق رکھتی ہو یا ظلم کا تدارک کرنا مقصود ہو تو پھر اور بات ہے، غصّی کا اظہار کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔(9)

عورت کو بھی مرد کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا چاہیے۔ نرمی، محبت، اور خدمت واطاعت دلوں کے بند دروازے وا کرتی ہے۔ اگرچہ مرد کو اپنی بیوی سے حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ شوہر ہر وقت اپنی بیوی کے سامنے ہاتھ جوڑے رہے اور عورت برائی اور بد تمیزی میں آزاد رہے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ خاوند بیوی کو نرمی اور خوش مزاجی سے تعلیم دے، بد کلامی اور زدوکوب سے گریز کرے اور معاملے کو حکمت اور سمجھداری سے سلجھانے کی کوشش کرے۔

ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے گیارہ عورتوں کا قصہ نبی ﷺ کا سنایا جس میں ہر عورت نے اپنے شوہر کا حال بیان کیا۔ ان میں سب سے زیادہ خوشی کا اظہار ابو زرع کی بیوی نے کیا، کیونکہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ ہر پہلو سے احسن معاملہ کرتا تھا۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا " میں تمہارے لئے ابوزرع کی مانند ہوں"(10)

ایک بار نبی اکرم ﷺ نے حبشیوں کا کھیل حضرت عائشہ کو دکھایا اور جب تک آپ رضی اللہ تعالیٰ سیر نہیں ہو گئیں آپ ﷺ کھڑے رہے۔(11) ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپؐ سے دریافت کیا کہ ہماری بیویوں کا ہم پر کیا حق ہے تو آپؐ نے فرمایا"

اطعموهن مما تاكلون، و اكسوهن مما تكتسون ولا تضربوهن ولا تقبحوهن۔"(12)

رسولِ اکرم ﷺ نے ازواج مطہرات کے ساتھ حسنِ سلوک اور اچھی معشرت کا جو عمدہ نمونہ چھوڑا ہے وہ امتِ مسلمہ کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ آپؐ نے ہر معاملہ میں شفقت نرمی اور رفق کا عملی مظاہرہ کیا، کبھی کسی زوجہ کو طعن و تشنیع نہیں کیا اور نہ ہی کسی پر کبھی ہاتھ اٹھایا۔ آپؐ نے حسنِ معاشرت کی عمدہ مثالیں چھوڑیں ہیں۔

نفقہ کے مسائل

اسلام نے عورت پر مال خرچ کرنے کی ذمہ داری مرد پر ڈالی ہے، تاکہ عورت معاش کی فکر سے آزاد کر ہو کر اپنے بچوں کی پرورش و تربیت کر سکے۔ عصرِ حاضر میں شوہر یہ ذمہ داری خوش دلی سے ادا نہیں کر رہے اور بیویوں کو خرچ دینے میں تنگی اور بوجھ محسوس کرتے ہیں اور نتیجتاً عورت کو خود معاشی تگ ودو کرنا پڑتی ہے۔

اسی بات کو مولانا اشرف علی تھانویؒ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "بعض لوگ ضروری اخراجات کھانے پینے مین بھی عورت پر تنگی کرتے ہیں۔ کوئی چیز مانگی اور ڈانٹ ڈپٹ شروع ہو گئی۔ اپنے آپ کو راحت دیتے ہیں، عمدہ کھانا کھاتے ہیں، لباس پہنتے ہیں اور بیوی بچوں کا تکلیف میں رکھتے ہیں۔ یہ بہت ہی بے غیرتی کی بات ہے کہ مرد خود تو بنا ٹھنا رہے اور عورت کو بھنگنوں کی طرح رکھے۔" (13)

رسولِ اکرم ﷺ نے خطبی حجۃالوداع کے موقع پر فرمایا" ولهن عليكم رزقهن و كسوتهن بالمعروف" (14)

اور عورتوں کا کھانا اور لباس معروف کے مطابق تمہارے ذمے ہے۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ہندہ بنت عتبہ نے نبی اکرم ﷺ سے شکایت کی اور کہا: "انا ابا سفیان رجل شحیح ولیس یعطنی مایکفینی وولدی الاما اخذت منہ ھو لایعلم فقال خذی مایکفیک وولدک بالمعروف" (15)

آپؐ نے فرمایا "انسان کے گنہگار ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ جن کے خرچ کا وہ ذمہ دار ہے ان کی خوراک روک دے۔" (16)

مشترکہ خاندان میں رہنے کے مسائل:

اسلام نکاح کو قلعہ کی مانند قرار دیتا ہے۔ اور مرد کے لئے لازم کرتا ہے کہ وہ بیوی کو رہائش کے لئے گھر فراہم کرے۔ شادی کے بعد زوجین میں مودت ورحمت کے اظہار کے لئے ایسا گھر ہونا ضروری ہے، جس میں کوئی دوسرا دخل اندازی نہ کرے۔ پاکستانی معاشرے میں یہ دخل اندازی بہت زیادہ ہے جس کی وجہ سے نت نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں اور میاں بیوی کے باہم تعلقات متاثر ہوتے ہیں۔ اگر عورت شادی کے بعد مشترکہ خاندان میں رہائش پذیر ہو تو کئی اخلاقی، دینی اور معاشرتی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ زیب وزینت اختیار کرے تو خاندان کے دیگر افراد کی وجہ سے ستر وحجاب کے مسائل پیدا ہوتے ہیں اور شوہر کی خواہش کے مطابق سجنا سنورنا، جو کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ضروری ہے، مشترکہ خاندان میں انتہائی مشکل ہو جاتا ہے۔ سارا دن کام کاج کر کے سارے گھرانے کی خدمت کر کے تھکن سے چور ہو جاتی ہے اور شوہر کی کماحقہ خدمت وتسکین نہیں کر پاتی۔ گھر کا ماحول کشیدہ ہو جاتا ہے۔ حالات تلخ ہو جاتے ہیں اور میاں بیوی کے آپس کے تعلقات متاثر ہوتے ہیں۔ مشترکہ رہائش کی صورت میں خواتین اور بعض اوقات مردوں کی نکتہ چینی بڑھ جاتی ہے۔ آج کل کے اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکے لڑکیوں کی شادی شدہ زندگی میں مسائل پیدا ہونے کی ایک بڑی وجہ مشترکہ خاندانی نظام ہے جس میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارنا مشکل ہوتا ہے ایک دوسرے کو سمجھنے اور مزاج آشنائی سے قبل ہی گھر کے دیگر افراد کی بے جا مداخلت کی وجہ سے غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور جلد ہی نوبت طلاق تک آ جاتی ہے۔ ایک تو والدین کی مرضی کے مطابق شادی کرو اور انہی کی وجہ سے طلاق دو۔ یہی وجہ ہے کہ آجکل نوجوان لڑکے لڑکیاں اپنی مرضی اور پسند سے شادیاں کرتے ہیں اور والدین سے برا سلوک کرتے ہیں۔

بیوی کے لئے الگ رہائش کا انتظام کرنا خاوند پر فرض ہے، نبی کریم ﷺ کا اسوہ حسنہ ہمارے سامنے ہے، آپ ﷺ نے سب ازواج مطہرات کو الگ گھر مہیا کیا تھا۔ بیوی اگر سسرال کے ساتھ نہ رہنا چاہے تو اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اختلافات اور لڑائی جھگڑوں سے بچنے کے لئے مرد کو چاہیے کہ وہ عورت کو علیحدہ گھر میں رکھے۔ مشترکہ نظام معاشرت میں مسائل زیادہ اور تعلقات خراب ہوتے ہیں، اسی کے پیشِ نظر حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گورنر ابو موسیٰ اشعری کو لکھا تھا کہ "رشتہ داروں کو حکم دو (اپنے گھروں کو دوسروں سے دور رکھیں) آپس میں ایک دوسرے سے ملنے جائیں (گھروں کو قریب کر کے ایک دوسرے کے پڑوسی نہ بنیں۔"(17)

مولانا اشرف علی تھانویؒ اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

> " نفقہ کا ایک جزو بیوی کو رہنے کے لئے الگ گھر دینا ہے۔ اس کے متعلق ایک عام غلطی میں اکثر لوگ مبتلا ہیں وہ یہ ہے کہ بیوی کو جداگانہ گھر دینا اپنے ذمے واجب نہیں سمجھتے۔ بس اپنے عزیز رشتہ رداروں میں عورت کو لاڈالتے ہیں۔ سو اس میں حکم یہ ہے کہ اگر شامل رہنے پر عورت بخوشی راضی ہو تو خیر ورنہ اگروہ سب سے جدا رہنا چاہے تو مرد پر اس کا انتظام کرنا واجب ہے۔ اور یہاں بھی راضی ہونے کے یہی معنی ہیں کہ طیب خاطر سے راضی ہو حتی کہ اگر مرد کو پختہ قرائن سے معلوم ہو جائے کہ وہ علیحدہ رہنا چاہتی ہے مگر زبان سے درخواست نہ کر سکے تب بھی مرد کو شامل رکھنا، یعنی سب کے ساتھ رکھنا جائز نہیں۔ اتنی گنجائش ہے کہ اگر پورا گھر جدا نہ دے سکے تو بڑے گھر میں سے ایک کوٹھری یا کمرہ ایسا کہ اس کی ضروریات کو کافی ہو سکے اور اس میں وہ اپنا مال واسباب تالا لگا کر رکھ سکے، اور آزادی کے ساتھ اپنے میاں کے ساتھ تنہائی میں اٹھ بیٹھ سکے۔ بات چیت کر سکے یہ واجب کے ادا کرنے کے لئے کافی ہوگا۔ چولہا تو ضروری علیحدہ ہونا چاہیے زیادہ تر آگ اسی چولہے سے بھڑکتی ہے۔(18)

طلاق کے مسائل

عصرِ حاضر میں عائلی زندگی کی عمارت بے شمار مسائل میں گھری ہوئی ہے۔ ایک طرف اس کے استوار ہونے حائل ہیں دوسری طرف اس کے انہدام کی کاروائیوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ گھروں کے ٹوٹنے کا رجحان مغرب ہی نہیں مشرق کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔ مختلف دارالافتاء میں عائلی مسائل سے متعلق فتاویٰ کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ اور سب سے بارے زیادہ سوال طلاق اور طلاقِ ثلاثہ کے بارے میں ہوتے ہیں۔ عائلی زندگی مودت ورحمت کی بجائے بوجھل بندھن میں تبدیل ہو چکی ہے۔ طلاق کی وجوہات میں شادی کے مفہوم میں تبدیلی اور سمجھوتے کا فقدان، باہمی اعتماد محبت کی کمی، شوہر کی دوسری شادی، ناجائز تعلقات، خواتین پر تشدد، خرچہ نہ ملنا، سسرال سے طعنہ ملنا وغیرہ ہے۔ بے جوڑ، جھوٹ اور دھوکہ پر مبنی رشتے خاندانی نظام کے ٹوٹنے کا باعث ہیں۔

طلاق جسے اللہ رب العزت نے انتہائی ناپسندیدہ قرار دیا ہے اور احدیث میں ابغض الحلال کہا ہے۔(19)، آجکل اس کا استعمال معمولی باتوں پر ہونے لگا ہے۔

مولانا تھانویؒ اس حدیث ضمن میں فرماتے ہیں:

"مطلب یہ کہ طلاق ضرورت کے تحت جائز رکھی گئی ہے، بغیر ضرورت طلاق دینا بہت بری بات ہے، اس لئے نکاح تو آپس میں الفت و محبت اور میاں بیوی کے لئے راحت ہوتا ہے اور طلاق سے ان نیک مقاصد کا راستہ بند ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری ہوتی ہے، دونوں کو پریشانی ہوتی ہے۔ آپس میں دشمنی ہوتی ہے، نیز اس کی وجہ سے بیوی کے رشتہ داروں سے بھی دشمنی پیدا ہو جاتی ہے، جہاں تک ہو سکے ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہیے، میاں بیوی کو آپس میں ایک دوسرے کو برداشت کرنا چاہیے، اور پیار محبت سے رہنا چاہیے۔"(20)

اکٹھی تین طلاقیں دینا اسلام میں پسندیدہ نہیں ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے طلاق کی تعداد کو تین تک محدود کیا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں:

"طلاق کے بارے میں عام کوتاہی یہ ہے کہ جب طلاق دیتے ہیں تو تین (بلکہ اس سے زائد) دیتے ہیں۔ اس سے پہلے رکتے ہی نہیں لوگ غصے کے جوش میں مغلوب ہو کر طلاق دے گزرتے ہیں، پھر شرمندگی سے بچنے کے لئے اس کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ اکثر تین طلاقیں ہو جانے کے باوجود اس کو پھر اپنے گھر بیوی بنا کر رکھ لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ چھوڑنے میں ذلت اور بدنامی ہے۔"(21)

نتائج تحقیق

اسلام کی تمام معاشرتی سرگرمیوں کا مرکز خاندان ہے۔ درحقیقت اسلام کی سیاسی و معاشی تعلیمات کی حفاظت و تقویت کے لئے گویا قوجود میں آتا ہے کسی معاشرے میں تہذیبی تعمیر و ترقی میں مثبت و منفی کردار کا منبع و سرچشمہ ہے۔ اسلام عائلی زندگی کی تشکیل کی ترغیب دلاتا ہے۔ ازدواجی زندگی کی خوبصورتی کے باوجود اس میں اختلاف کا امکان غیر فطری بات نہیں۔ عائلی زندگی کے ہی اختلاف اکثر معمولی ہوتے ہیں لیکن نامناسب رویے کی وجہ سے بعض اوقات بڑھ جاتے ہیں اور فریقین کے درمیان دائمی جدائی کا باعث بن جاتے ہیں۔ اختلافات و مسائل انسانی معاشروں میں موجود رہتے ہیں، لیکن عصرِ حاضر میں عائلی مسائل نے گھمبیر صورت اختیار کر لی ہے۔ معمولی معمولی باتوں پر میاں بیوی کی لڑائی شدت اختیار کر جاتی ہے اور نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے۔ مغرب میں خاندانی ادارہ بری طرح تباہ ہو چکا ہے۔ مسلم معاشرے بالخصوص پاکستانی معاشرہ ان مسائل سے بری طرح متاثر ہو رہا ہے۔ اور اگر زوجین میں باہمی لڑائی جھگڑا رہے گا تو اس کا اثر اولاد کی تربیت پر بھی ہو گا۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے دور میں پیش آنے والے معاشرتی مسائل کے ساتھ ساتھ پیچیدہ عائلی مسائل کو شدت سے محسوس کرتے ہوئے نہ صرف ان مسائل کے اسباب و محرکات کا کھوج لگایا بلکہ ان مسائل کا حل قرآن و حدیث کی نصوص کی روشنی میں اس انداز سے پیش کیا کی نصوص سے انحراف بھی نہ ہونے پائے اور مسائل کا حل بھی مل جائے۔ مولانا خاندانی نظام کو مستحکم رکھنے کے لئے میاں بیوی دونوں کے کردار کو اہم خیال کرتے ہیں۔ خاوند کو چاہیے وہ اپنی بیوی سے حسنِ سلوک سے پیش آئے اس کی ضروریات کا خیال رکھے اس کو اپنی حیثیت کے مطابق نان و نفقہ کی ادائیگی کرے۔ گھر کے دیگر افراد کے طعنوں اور لڑائی سے بچنے کے لئے اسے الگ رہائش مہیا کرے اور ہر ممکن حسنِ سلوک سے پیش آئے تاکہ طلاق کی نوبت نہ آئے۔ بیوی کا فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کو ہر ممکن خوشی اور سکون دے اور اسکے گھر کو جنت کا گہوارہ بنا دے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی فکر سے استفادہ کر کے پاکستانی معاشرے کے عائلی مسائل کو نہ صرف سلجھایا جا سکتا ہے بلکہ کم بھی کیا جا سکتا ہے۔

حواشی، حوالہ جات

1۔ ترمذی، ابو عیسیٰ، السنن، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق المراۃ علی زوجھا، ح:1163

2۔ نعیم صدیقی، عورت معرض کشمکش میں، الفیصل ناشران، لاہور، 1998، ص:34ا

3۔ تھانوی، اشرف علی، تحفۃ زوجین، ص؛38

4۔ ایضا

5۔ بخاری، کتاب المظالم، باب، الفرقتہ والعلیہ، ح:2468

6۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، 240/11

7۔ مجمع الزوائد، 322/4

8۔ بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم وزریتہ، ح:3331

9۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، 708/2

10۔ بخاری، کتاب ا لنکاح، باب فی المعاشرہ مع الاھل، ح:5189

11۔ بخاری، کتاب ا لنکاح، باب، حسن المعاشرہ مع الاھل، ح:189

12۔ ابوداؤد، کتاب ا لنکاح، باب، فی حق المراۃ علی زوجھا، ح:2144

13۔ تھانوی، تحفہ زوجین، ص:120-119

14۔ ابوداؤد، کتاب ا لنکاح، باب، فی حق المراۃ علی زوجھا، ح:2142

15۔ بخاری، کتاب النفاقات، باب خدمت الرجل فی اھلہ، ح:5364

16- مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ علی العیال، ح:994

17۔ العقد الفرید، 326/2

18۔ تحفۃ زوجین، ص:32

19۔ ابوداؤد، کتاب الطلاق، باب، فی طلاق السنہ، ح:2178

20۔ تھانوی، بہشتی زیور، الاہور کتب خانہ جمیلی، 68/6

21۔ تھانوی، اشرف علی، تحفۃ زوجین، ص:147